حرفِ آغاز

شریعت کا قانونِ حجاب

سید جلال الدین عمری

دورِ جدید کی تہذیبی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عورت کے اندر بے حیائی اور عریانی کا رجحان پیدا کر دیا۔ یہ رجحان جس زور اور قوت سے بڑھتا گیا اس کی عریانی میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ عورت کی عریانی سے مرد کو جنسی لذت حاصل ہوتی ہے، اس لیے اس نے اس پر نہ تو کوئی اعتراض کیا اور نہ کوئی پابندی ہی لگائی بلکہ اسے اور بڑھانے کی کوشش کی۔ اس نے عورت کے ذہن میں یہ تصور بٹھا دیا کہ اس کے حسن و جمال کو عریاں اور بے حجاب ہونا چاہیے۔ یہ اس کی شخصیت کی توہین ہے کہ اسے سات پردوں میں چھپایا جائے۔ صنفِ مقابل سے اس کا حجاب غیر فطری ہے۔ اس کا لباس اس کے جسم کی خوبیوں کو پوشیدہ رکھنے کے لیے نہیں، انھیں بے نقاب کرنے کے لیے ہے تاکہ صنفِ مقابل کی کشش اس کی طرف بڑھے، اس کے خوابیدہ جذبات تک جاگ اٹھیں اور وہ اس کی طرف بے تابانہ کھنچ پڑے۔ جس لباس میں دل ربائی کی یہ شان نہ ہو وہ عورت کے تنِ نازک پر زیب نہیں دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورت کے لباس میں ایسی قطع و برید شروع ہوگئی کہ اس کے جسم کے سارے پیچ و خم نمایاں ہونے لگے اور ان حصوں کی بھی نمائش ہونے لگی جن کا کبھی کسی کے سامنے کھلنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اب جسم پر چند دھجیاں بڑی ناگواری کے ساتھ رہ گئی ہیں۔ معلوم نہیں وہ بھی کب اتر جائیں گی۔ خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ بوجھ اسے زیادہ دنوں اٹھانا نہیں پڑے گا۔ اس لیے کہ مکمل عریانی کی تبلیغ شروع ہوچکی ہے، اس کے حق میں دلائل فراہم کیے جارہے ہیں، اسے عین انسانی فطرت کہا جارہا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس طرف قدم بڑھا چکی ہے۔ انسانی فطرت کی اس طرح توہین اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

مرد نے عورت سے شرم و حیا کا زیور چھین لیا اور ایسی فضا بنائی کہ وہ بازار میں بغیر کسی جھجک کے نیم عریاں گھوم رہی ہے۔ لیکن طرفہ تماشہ یہ ہے کہ خود مرد کے لباس میں اتنی عریانی نہیں آئی جتنی عورت کے لباس میں ہے۔ بلکہ اس کا لباس تہذیب کی ترقی کے ساتھ شاید کچھ زیادہ ہی ساتر ہوتا جارہا ہے۔ وہ خود تو موسم کے لحاظ سے کپڑے زیبِ تن کرتا ہے اور بے چاری عورت کو سخت سردی میں بھی پورا تن ڈھکنے کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کا لباس تو ڈھیلا ڈھالا اور آرام دہ ہوتا ہے لیکن عورت کے

لیے وہ اس قدر چست اور تکلیف دہ لباس تجویز کرتا ہے کہ اس کے ایک ایک عضو جسم کی پیمائش ہو جائے اور اسے آرام بھی نہ ملے موٹے سے موٹا کپڑا استعمال کرنا اس کے لیے معیوب نہیں ہے لیکن عورت کے لیے اس قدر مہین اور باریک کپڑے پہناتا ہے کہ پورا جسم اندر سے چھن چھن کر نظر آنے لگتا ہے۔ یہ عجیب وغریب تضاد ہے مرد کے رویہ میں لیکن عورت ابھی اس تضاد کو محسوس نہیں کر رہی ہے۔ حالانکہ مرد جب سر سے پیر تک کئی کئی کپڑوں میں ملبوس، عورت کو کھلے بازار میں نیم عریاں لے کر چلتا ہے تو اس کے اس رویہ کے خلاف عورت کو بغاوت کر دینی چاہیے۔ لیکن عورت اپنی نادانی سے اسے تہذیب کا تقاضا سمجھ بیٹھی ہے۔ اپنے جسم کی اس نمائش پر ندامت سے اس کا سر جھکنا تو درکنار فخر وغرور سے اونچا ہو جاتا ہے اور وہ پورے ناز و ادا کے ساتھ مرد کی ہمنوا بن جاتی ہے۔

عریانی کے اس ماحول میں عورت اگر اسلامی حدود کی پابند ہو اور اپنے جسم کو اغیار کی نظروں سے چھپائے رکھے تو ہوس پرست مرد کا خون کھولنے لگتا ہے۔ وہ اسے ایک ایسی چلتی پھرتی لاش معلوم ہوتی ہے جس سے جذبات کو وہ آسودگی نہیں ملتی جس کی تلاش میں اس کی نگاہیں ہر طرف بھٹکتی پھرتی ہیں۔

آئیے اب ذرا ان دلائل کا جائزہ لیا جائے جن کی بنیاد پر، پردہ کی مخالفت کی جاتی ہے۔

ایک دلیل یہ دی جاتی ہے۔ ویسے اب اس میں کوئی جان نہیں رہی کہ عورت اور مرد کے درمیان حجاب سے ان کے جنسی جذبات اندر ہی اندر گھٹتے رہتے ہیں اور وہ سخت نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حجاب انسان کے فطری جذبات پر غیر ضروری قدغن ہے۔ جب فطری جذبات پر قدغن لگائی جاتی ہے تو موقع ملنے پر وہ زیادہ شدت کے ساتھ ابھرتے ہیں اور ان کے بڑے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔ لیکن یہ لغو اور مہمل فلسفہ انسان کی نفسیات کے بالکل خلاف ہے۔ تجربات ہمیشہ اس کی تردید کرتے رہے ہیں۔ خود مغرب کے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ بے حجابی اور مرد و زن کے اختلاط سے جنسی جذبات زیادہ بھڑکتے ہیں اور زنا اور بدکاری عام ہوتی ہے۔ چنانچہ آزادانہ جنسی تعلقات مغربی معاشرے کا ناسور بن چکے ہیں۔ اس کی وجہ سے جس طرح خاندان کے خاندان تباہ ہو رہے ہیں، اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں اور جسمانی دماغی اور اعصابی امراض پھیل رہے ہیں اس سے مغربی تہذیب کی بنیادیں ہل چکی ہیں۔ ان بھیانک نتائج کو دیکھنے کے بعد کوئی سلیم الفطرت انسان بے پردگی کی حمایت اور تبلیغ کیا کرے گا بلکہ قانون حجاب کو زیادہ ضروری قرار دے گا۔ اگر یہ قانون موجودہ نہ ہوتا تو اس کی فطرت اسے مجبور کرتی کہ وہ اس کے لیے قانون وضع کرے اور عورت اور مرد دونوں کو اس کا پابند بنانے کی کوشش کرے۔

۲۔ کہا جاتا ہے کہ پردہ مسلمان عورت کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اس کی وجہ سے وہ ادبار اور تنزل کا شکار رہے اور سیاسی، سماجی اور معاشرتی زندگی سے عملاً کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس بندش سے جو

عورتیں آزاد ہیں انھوں نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اور کر رہی ہیں۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں بیان کی جاتی ہیں۔ کوئی پردہ کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے، کسی کے نزدیک اسلام کا پورا خاندانی نظام ہی رکاوٹ ہے جو عورت کو گھر کی چہار دیواری میں بند کر دیتا ہے، کسی کے خیال میں اسلامی عبادات مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں حائل ہیں نماز کی وجہ سے کام کے بہترین اوقات میں خلل واقع ہوتا ہے، روزہ جیسی سخت عبادت سے صحت برباد ہوتی ہے اور حج میں وقت اور مال دونوں کا ضیاع ہے۔ کسی کی فہم و دانش میں اسلام کے مابعد الطبیعی نظریات رکاوٹ ہیں۔ بے چارہ مسلمان حیران ہے کہ ان میں سے کس کے مشورہ پر عمل کیا جائے اور کس کے حکم کو نظر انداز کیا جائے۔ کس کو خوش کیا جائے اور کس کی ناراضی مول لی جائے۔ بے تکلف ہر طرف بہت سے زیرک و دانا حضرات اسلام ہی کو مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تصور فرماتے ہیں لیکن ایک عام مسلمان کی مجبوری یہ ہے کہ وہ اپنی ہزار کوتاہیوں اور خامیوں کے باوجود اسلام سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے۔

پھر یہ کہ عورت کی جس ترقی کا ذکر کیا جاتا ہے اگر اس سے وہ ترقی مراد ہے جو اُس نے 'فنون لطیفہ' کے نام پر عریانی، بے حیائی اور رقص و موسیقی وغیرہ میں کی ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس نے اس میدان میں بڑی منزلیں طے کی ہیں اور ترقی کے بام عروج پر پہنچ چکی ہے۔ لیکن اس کے لیے اسے شرم و حیا، عفت و عصمت، لطف و محبت اور اطاعت و وفا شعاری جیسی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو قربان کرنا پڑا ہے۔ ان قدروں کی پامالی کے بغیر یہ 'ترقی' ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام کا اس معاملہ میں ایک خاص نقطۂ نظر ہے۔ اس کے نزدیک ترقی وہ ہے جو انسان میں اعلیٰ انسانی اوصاف پیدا کرے۔ جس ترقی سے یہ اوصاف پامال ہوں اسے وہ ترقی ہی نہیں تسلیم کرتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں عورت نے اس سے ہٹ کر بھی مختلف علوم و فنون میں ترقی کی ہے اور علمی اور تحقیقی خدمات انجام دی ہیں۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ پردہ کے حدود میں رہتے ہوئے یہ ترقی ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ غلط فہمی بے پردگی اور بے حیائی کے اس ماحول کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو ہر طرف چھایا ہوا ہے، اس ماحول سے ذہن خواہ مخواہ مرعوب ہے اور آدمی کی سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ عورت کسی پاکیزہ ماحول میں کیسے ترقی کر سکتی ہے؟ حالانکہ یہ ترقی بے پردگی کی رہین منت ہرگز نہیں ہے۔ اس کے اسباب دوسرے ہیں۔

ایک تو اس کے پیچھے ان خواتین کی محنت، جد و جہد اور اپنے کام سے خلوص اور تعلق ہے جنھوں نے کوئی بڑا کام کیا۔ اس کا اعتراف ضرور کرنا چاہیے۔ یہ خدا کا قانون ہے کہ جو خلوص و لگن کے ساتھ محنت کرتا ہے اس کا صلہ اسے ملتا ہے۔

دوسرے یہ کہ موجودہ تہذیب ایک ننگی تہذیب ہے۔ اس نے شرم وحیا کا لبادہ اتار پھینکا ہے، اس میں علم وفن کی سہولتیں بھی اسی وقت عورت کو مل سکتی ہیں جب کہ وہ اپنا حجاب ختم کرکے بے حیاؤں کی صف میں کھڑی ہوجائے۔ اس طرح عملاً ان خواتین کے لئے ترقی کی راہیں بند کردی گئی ہیں جو اپنا حجاب باقی رکھنا چاہتی ہیں۔ ترقی کا تعلق حجاب یا بے حجابی سے نہیں بلکہ ان سہولتوں سے ہے جو عورت کو ملتی ہیں۔ اس دور کا تجربہ خود بھی بتاتا ہے کہ جن باپردہ خواتین کو جتنے مواقع ملے انھوں نے اتنی ترقی کی اور بے پردہ خواتین سے پیچھے نہیں رہیں۔

پھر یہ کہ یہ کلیہ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب کہ عورت نے حدود حجاب میں رہ کر ترقی نہ کی ہو۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ مسلمان عورت نے ان حدود کے اندر رہتے ہوئے بے مثال ترقی کی اور علم وفن میں تابندہ نقوش چھوڑے۔ کم ازکم مسلمان خواتین نے ان حدود کو توڑ کر کوئی قابل فخر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ اور کوئی عائشہ صدیقہؓ، کوئی ام سلمہؓ، کوئی اسماء بنت ابوبکرؓ، کوئی فاطمہ بنت خطابؓ اور کوئی خنساءؓ ان میں نہیں پیدا ہوئیں۔

ان حدود کے اندر رہتے ہوئے ایک طرف انھوں نے علم کی اونچی سے اونچی چوٹی سر کی، دوسری طرف وقت کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی رجحانات سے بھی غیر متعلق نہیں رہیں بلکہ ان پر اثر انداز ہوتی رہیں۔

اس ساری تگ ودو کے ساتھ ان کی گودوں سے ایسے لعل وجواہر ابھرے جنھوں نے تاریخ کو زینت بخشی اور ایسے اساطین علم اور ائمۂ فن نے تربیت اور نشو ونما پائی جن کے علمی اور تہذیبی احسانات سے نوع انسانی سبک دوش نہیں ہوسکتی۔ کیا یہ سب کچھ جاہل اور ان پڑھ خواتین کے ہاتھوں انجام پایا؟

ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ موجودہ دور میں معاشی ضروریات اتنی بڑھ گئی ہیں کہ تنہا مرد انھیں پورا نہیں کرسکتا۔ اس کے لیے عورت کا معاشی جدوجہد میں شریک ہونا ضروری ہے۔ حجاب کی پابندیوں کے ساتھ یہ شرکت نہیں ہوسکتی۔

اس سلسلہ میں چند باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں۔

۱۔ اس وقت ہر شخص کے سامنے مغرب کا معیار زندگی ہے۔ اسی منزل تک پہونچنے کے لئے وہ مضطرب اور بے چین ہے لیکن مغرب میں بھی کام کے قابل ساری عورتیں برسر روزگار نہیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تیس چالیس فی صد عورتوں کے پاس کوئی ذریعہ معاش ہے۔ ان برسر روزگار عورتوں کی بھی اکثریت مردوں کے مقابلہ میں چھوٹے چھوٹے اور معمولی نوعیت کے کام کرنے پر مجبور ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خاندان

کی آمدنی میں کوئی خاص اضافہ نہیں کرپاتیں۔سوال یہ ہے کہ کیا مغرب میں صرف ان ہی خاندانوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں جن کی عورتیں خوب کما رہی ہیں اور وہ سارے خاندان معاشی پریشانیوں میں گرفتار ہیں جن کی عورتوں کے پاس آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ نہیں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ عورت کی معاشی جدوجہد ہی سے خاندان کے مصارف پورے ہوسکتے ہیں، اس کے بغیر اس کی ضروریات کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔

۲۔موجودہ دور میں 'ضروریات' کی کوئی مختصر فہرست نہیں ہے بلکہ یہ اتنی لمبی چوڑی فہرست ہے کہ اس میں ناگزیر ضروریات کے ساتھ غیر ضروری چیزیں اور بہت سارے اسباب تعیش بھی داخل ہیں۔یہ فہرست ابھی مکمل نہیں ہے۔اس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔آدمی اس بڑھتی ہوئی فہرست کے مطابق ساز و سامان فراہم کرنے میں شب و روز دیوانوں کی طرح دوڑتا پھر رہا ہے۔لیکن اس کے باوجود 'ضروریات' ہیں کہ پوری ہی نہیں ہوتیں۔اگر یہ کسی طرح پوری ہو بھی جائیں تو روز بدلتا ہوا فیشن اور نت نئے نمونوں (MODELS) کی ایجاد اسے سکون اور چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔

۳۔موجودہ دور نے معاشی مسابقت کا اتنا شدید رجحان پیدا کر دیا ہے کہ آدمی کے پاس لاکھوں، کروڑوں کا بینک بیلنس ہو یا قارون کا خزانہ ہی اس کے ہاتھ لگ جائے تب بھی اس کی معاشی بھوک نہیں مٹتی اور وہ 'ھل من مزید' کا نعرہ لگاتا رہتا ہے۔اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ عورت بھی معاشی جدوجہد میں کود پڑے بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ اس دنیا اور اس کے اسباب وسائل کے بارے میں انسان کا ذہن بدلے اور وہ حرص و ہوس کے جہنم سے نکلنے کی کوشش کرے۔جب تک یہ ذہن نہ بدلے معاشی جدوجہد میں مرد کے ساتھ عورت ہی نہیں گھر کا بچہ بچہ شریک ہو تو بھی آدمی کے مسائل حل نہیں ہوسکتے۔

۴۔عورت کی معاشی جدوجہد سے خاندان کی آمدنی میں تو اضافہ ہوجاتا ہے لیکن فطری طور پر گھر کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوپاتی۔یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کی توجہ سے گھر کے مصارف کم ہوتے ہیں اور اس کی توجہ نہ ہو تو اخراجات قابو سے باہر ہوتے چلے جاتے ہیں۔اس طرح اس کی آمدنی کا عملاً بہت کم فائدہ پہونچتا ہے۔

۵۔عورت کی معاشی سرگرمی کی وجہ سے گھر کا سکون ختم ہوجاتا ہے۔میاں بیوی کے درمیان اختلافات رونما ہونے لگتے ہیں اور بچوں کی صحیح تربیت نہیں ہوپاتی۔مغربی ممالک کا تجربہ بتاتا ہے کہ اس سے پورے گھر کا نظام ہی درہم برہم ہوجاتا ہے اور گھر کی حیثیت محض ایک سرائے کی ہوکر رہ جاتی ہے۔

ان ہی وجوہ سے اسلام نے معاشی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اور عورت کو اس سے سبک دوش کر دیا ہے۔تاکہ دونوں صرف معاشی جدوجہد ہی میں نہ لگ جائیں بلکہ مرد معاش کے لیے تگ و دو کرے

تو عورت گھر کا انتظام سنبھالے۔ اس طرح دونوں مل جل کر باہمی تعاون سے خاندان کا نظام چلائیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلام نے عورت کے لیے معاشی جدوجہد کو بالکل ممنوع قرار دے رکھا ہے۔ وہ اپنے حالات کے تحت یہ جدوجہد کرسکتی ہے۔ البتہ اس کے لیے کچھ حدود اس نے مقرر کردئے ہیں۔ موجودہ معاشی سسٹم میں ان حدود کی کوئی رعایت نہیں ہے۔ اسے وہ لوگ چلا رہے ہیں جو بے پردگی اور اختلاط مرد و زن کو سماج کی ایک ضرورت ہی نہیں بلکہ اس کی خوبی تصور کرتے ہیں۔ مسلمان معاشرہ کی کمزوری یہ ہے کہ ابھی تک اس کے پاس کوئی ایسا معاشی نظام نہیں ہے جو عورت کے لئے معاشی جدوجہد کے مواقع بھی فراہم کرے اور موجودہ دور کی خرابیوں سے بھی پاک ہو۔

پردہ پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان سے گھبرا کر بعض لوگ فوراً معذرت کرنے لگتے ہیں کہ مولویوں نے پردہ کے نام پر طرح طرح کی بندشیں عائد کردی ہیں۔ اسلام ان بندشوں کے خلاف ہے۔ اسلامی شریعت میں عورت کے ہاتھ اور چہرہ کا پردہ نہیں ہے وہ انھیں اجنبیوں کے سامنے کھول سکتی ہے۔ پھر اس کا دائرہ وہ اس آزادی تک وسیع کرنا چاہتے ہیں جو موجودہ دور میں عورت کو حاصل ہے۔

بات صرف اتنی ہے کہ فقہاء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ عورت کے حدود حجاب میں ہاتھ اور چہرہ داخل ہے یا نہیں؟ اسے اگر ہم مان بھی لیں کہ عورت ہاتھ اور چہرہ کھول سکتی ہے تو بھی جس 'آزاد فضا' میں عورت اس وقت زندگی گزار رہی ہے اس کے لیے کوئی وجہ جواز اسلام سے فراہم نہیں کی جاسکتی۔

اسلام عورت اور مرد کے تعلقات کو ایک خاص نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ حجاب اسی کا ایک حصہ ہے۔ یہ نقطۂ نظر موجودہ دور کے نقطۂ نظر سے قطعًا مختلف ہے اور قدم قدم پر اس سے ٹکراتا ہے۔

اسلام نے عورت کی توجہ کا اصل مرکز اس کا گھر بتایا ہے۔ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ عورت بغیر کسی ضرورت اور مجبوری کے گھر سے نکلے۔ موجودہ دور اس بات کو ماننے ہی کے لیے تیار نہیں ہے کہ عورت کا مرکز عمل اس کا گھر ہونا چاہیے۔ اسلام اختلاط مرد و زن کا سخت مخالف ہے جب کہ یہ اختلاط موجودہ معاشرت کا لازمی عنصر ہے۔ اسلام نے غضِ بصر کا حکم دیا ہے، جب کہ موجودہ دور کے افکار کا سارا دفتر اس تصور ہی سے خالی ہے کہ کسی اجنبی عورت پر کبھی نظر پڑ بھی جائے تو آدمی کو فوراً نگاہیں نیچی کرلینی چاہئیں۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ مفت کی ایک لذت سے محروم ہونے کو بدذوقی قرار دے۔ اسلام تعلیم و تربیت، کھیل کود اور تفریح کے میدان میں عورت اور مرد کے اختلاط کو ان کے اخلاق کے لیے تباہ کن

سمجھتا ہے جب کہ موجودہ دور میں یہ سارا نظام دونوں کے اختلاط ہی پر مبنی ہے اور اسے اس کی خوبی سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کا حکم ہے کہ عورت گھر سے نکلے تو راستہ میں کنارے کنارے اور مردوں سے بچ کر چلے، عبادات تک میں اس نے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ رہنے کی تعلیم دی ہے، جب کہ موجودہ دور عورت کے ساتھ اس 'امتیازی سلوک' کا روادار نہیں ہے۔ وہ سڑکوں پر، بازاروں میں، آفسوں میں، سماجی اور معاشرتی پروگراموں میں عورت کو مرد کے شانہ بہ شانہ اور دوش بدوش دیکھنا چاہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک حجاب ہی نہیں اسلام کے بہت سے صریح احکام کو توڑے بغیر کوئی مسلمان عورت زندگی کی تگ و دو میں اس آزادی کے ساتھ حصہ نہیں لے سکتی جس آزادی کے ساتھ آج کی عورت لے رہی ہے۔

موجودہ دور عورت کو بے قید زندگی کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام اخلاقی حدود و قیود کو اس کے لیے ضروری قرار دیتا ہے۔ دونوں کی منزل بالکل آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ بڑی آسانی سے اپنی سمتِ سفر اور اپنی منزل کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

کچھ ضروری گزارشات

۱۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے ایجنٹ حضرات ہمارے ساتھ پورا تعاون کرتے ہیں لیکن بعض اوقات معمولی سی غفلت سے وی پی واپس ہو جاتی ہے۔ تحقیقات اسلامی اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقت پر چھپتا اور پوسٹ ہوتا ہے۔ اخبارات کے ذریعہ بھی اس کا پہلے سے اعلان کر دیا جاتا ہے۔ براہ کرم وی پی جیسے ہی پہونچے اسے چھڑا لیں۔ اگر کسی وجہ سے متوقع تاریخوں میں آپ اپنے مقام سے باہر کہیں تشریف لیجائیں تو وی پی کے چھڑانے کا کوئی نظم ضرور فرمائیں۔ وی پی کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے۔ صرف پانچ کاپیوں کی وی پی واپس ہونے کا مطلب ادارہ کا تقریباً آٹھ روپئے کا نقصان ہے۔ ادارہ آپ کا ہے۔ امید ہے آپ اس کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھیں گے۔

۲۔ جنوری ۸۰ء سے تحقیقات اسلامی آفسٹ پر شائع ہو رہا ہے جس سے اس کے اخراجات کافی بڑھ گئے ہیں، اور اس کے مواد میں بھی تقریباً ½ کا اضافہ ہو گیا ہے اس کے باوجود اس کے سالانہ زرِ تعاون میں صرف پانچ روپئے کا معمولی اضافہ کیا گیا ہے لیکن ہمارے بہت سے کرم فرما اب بھی سالانہ زرِ تعاون مبلغ بیس ۲۰ روپئے ہی بھیج رہے ہیں۔ امید ہے اب ہمیں مزید توجہ دلانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔

۳۔ مشہور اسلامی مفکر اور ادارۂ تحقیق کے صدر محترم مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی مدظلہ کی ایک مختصر لیکن بڑی قیمتی کتاب 'اسلامی نظام معیشت' کا ڈاکٹر عبد المعز منظر نے بہت ہی شستہ انگریزی میں ترجمہ کیا ہے ادارہ نے اسے اعلیٰ معیار سے شائع کیا ہے۔ قیمت صرف 5/= ۔ تاجر حضرات کے لئے معقول کمیشن۔ آپ اپنا آرڈر جلد روانہ کریں۔

۴۔ تبصرہ کے خواہش مند حضرات کتاب کے دو نسخے بھیجیں۔ جس کتاب کا صرف ایک نسخہ موصول ہوگا 'تحقیقات اسلامی' میں اس پر تبصرہ شائع نہ ہو سکے گا۔

والسلام

منیجر

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ